بھی معجزہ ہی ہے۔ اس کے معجزہ ہونے کا تصور ہمارے ذہن میں نہ آنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اسے عام معمول سمجھتے ہیں۔

مضاربت کی ایک صورت اور اس کے احکام

(ملک غلام علی صاحب)

سوال :- فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ مضاربت میں اگر عامل بھی اپنا سرمایہ لگائے تو اس پر سارا نفع اسی کو ملے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ رب المال کے سرمایہ سے تجارت کر کے اس کے نفع میں بھی اپنا حصہ بٹائے گا۔ اس سلسلہ میں بعض اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ براہِ کرم ان پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔

مثلاً زید کے ایک ہزار روپے سے دواؤں کی ایک دکان شروع کی گئی۔ اس رقم میں صرف چار کمپنیوں کی دوائیں آسکتی ہیں اور اتنی فروخت ہوتی ہیں کہ سرمایہ پر ۲۰ فیصد نفع حاصل ہو۔ البتہ اگر عمرو کے دو سو روپے سے پانچویں کمپنی کی دواؤں کا میل ملا لیا جائے تو منافع کی شرح ۲۵ فیصد ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ ۵ فیصد اضافہ مجرد دو صد روپے کے اضافے سے نہیں ہوا۔ بلکہ ہزار کو بارہ سو کرنے سے ہوا۔ ورنہ اگر صرف دو سو روپے سے دواؤں کا کاروبار کھولا جاتا تو ممکن ہے شرح منافع پانچ فیصد سے زیادہ نہ ہوتی۔ کیونکہ کم اسٹاک اور میل کی عدم موجودگی کی وجہ سے خریداروں کا رجوع کم ہوتا۔

ایک اور شکل لیجئے۔ عمرو نے خریداری کا سارا کاروبار زید کے ہزار روپیہ کے سرمایہ سے کیا اور اپنے دو سو روپے اشتہاری مصرف میں لایا۔ جس سے مال کی کھپت فوری ہو گئی۔ روپے کا ہیر پھیر بسرعت ہو گیا اور آگے چل کر شرح منافع بہت زیادہ ہو گئی۔ اگر اشتہار پر رقم خرچ نہ ہوتی تو تجارت کا رنگ برعکس ہوتا۔

ان مثالوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے حالات میں تجارت میں سرمایہ بڑھنے سے اس کی استعدادِ نمو اور اس کی شرح میں نسبتاً اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ہر حصہ علیحدہ علیحدہ استعمال کیا جائے تو یہ شرح بڑھنے کے بجائے بہت کم رہ جاتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی ایسی صورت میں عامل کو اس کے سرمایہ پر منافع کا تنہا حقدار قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ فقہائے کرام کا فیصلہ علی الاطلاق نہ ہو بلکہ اس زمانے کے خاص تجارتی حالات کے تابع ہو۔

ایک مزید اشکال یہ ہے کہ عامل جب اپنا سرمایہ بھی شامل کر دے گا تو اگر دونوں سرمایوں سے خرید کردہ مال قابلِ غلط نہیں ہے تو ممکن ہے کہ اس کے مال کی حد تک دلچسپیاں رب المال کے مال سے کم ہو جائیں اور اس طرح رب المال کا تجارتی مفاد مجروح ہو۔ اس لیے استحساناً یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عامل کے سرمایہ کے نفع سے رب المال بھی حصہ پائے۔

جواب: آپ نے اپنے استفسار میں لکھا ہے کہ فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ مضاربت میں اگر عامل اپنا سرمایہ لگائے، تو اس کا سارا نفع عامل کو ملے گا اور اس کے ساتھ وہ رب المال کے سرمائے سے تجارت کر کے اس کے نفع سے بھی اپنا حصہ بٹائے گا۔ اس فیصلے کو بنیاد بنا کر آپ نے متعدد اشکالات و اعتراضات بیان کیے ہیں اور ان کا جوابی حل طلب کیا ہے۔

فقہاء کی جانب آپ نے جو مسلک منسوب کیا ہے، اس میں گویا اس بات کو پہلے ہی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مضارب یا عامل اس معاملے میں بالکل آزاد ہے کہ وہ مضاربت میں صاحبِ سرمایہ کے مال میں اپنا کچھ مال بھی چاہے تو شامل کر دے اور اس میں اصل رب المال کی منظوری یا رضامندی لازم نہیں ہے۔ اسی مفروضے کی بنا پر آپ کے سارے سوالات مبنی ہیں۔

لیکن فقہائے کرام، بالخصوص فقہائے حنفیہ کے مسلک کی یہ ترجمانی یقیناً صحیح نہیں ہے۔ حنفی مسلک کی تفصیل اس بارے میں یہ ہے کہ عامل یا محنت کار صاحب سرمایہ کے اذن کے بغیر نہ اس کے سرمایہ کو اپنے مال میں خلط ملط کر سکتا ہے، نہ کسی دوسرے کے سپرد کر سکتا ہے اور نہ رب المال کے سرمایہ سے کسی تیسرے شخص کے ساتھ شرکت کر سکتا ہے۔ البتہ رب المال اگر مضارب کو اس طرح کے تصرفات کی خصوصی اجازت دیدے یا

یہ کہہ دے کہ تم اپنی رائے سے جس طرح چاہو اس کاروبار کو بڑھاؤ، تو ایسی صورت میں مضارب اپنا مال صاحب سرمایہ کے مال میں ملا سکتا ہے۔ اس طرح کی پیشگی اجازت کے بغیر اگر عامل اپنا روپیہ مضاربت والے مال میں شامل کرے گا یا کوئی دوسرا تصرف کرے گا، تو اس کا جواز فریقِ ثانی کی منظوری پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ اسے قبول کر لے تو عامل کا یہ تجاوز صحیح قرار پائے گا، ورنہ ناجائز اور فاسد ہوگا۔ یہ مذاہب اربعہ کا متفق علیہ مسلک ہے۔

حضرات احناف نے مضارب پر مزید یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ وہ قرض دے کر یا لے کر مضاربت کے مال میں کمی بیشی نہ کرے اور کوئی دوسری ایسی کارروائی بھی نہ کرے جو بحیثیت مجموعی فریقین کے لیے یا کسی ایک فریق کے لیے موجب ضرر ہو یا جو مضاربت و تجارت کے معروفات کے خلاف ہو۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو غاصب ہوگا اور اس پر مناسب تاوان عائد ہوگا۔

اس تفصیل و تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مضارب اگر اپنے مال کا اضافہ کرنا چاہے، تو اس کے لیے دوسرے فریق کی رضامندی اور آمادگی لازم ہے۔ وہ اگر موزوں سمجھے گا تو اجازت دے گا، ورنہ نہیں دیگا۔ فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس اجازت کے بعد مضارب کے مال کا نفع مضارب ہی کو ملے گا اور کوئی معقول وجہ نہیں کہ اسی کو نہ ملے، جبکہ اپنے مال کی حد تک سرمایہ و محنت دونوں کا مالک وہ خود ہی ہے۔ اس کے خلاف آپ کے عائد کردہ اعتراضات و اشکالات میں کچھ وزن نہیں ہے۔ سرمایے میں اضافے سے منافع میں جو اضافہ بھی ہوتا ہے، اس میں فریقین کا سرمایہ مل جل کر کام کرتا ہے۔ اپنی اپنی مقدار کے مطابق ہر فریق کا سرمایہ نفع آور ثابت ہوتا ہے اور سرمایے کے تناسب سے نفع فریقین میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد زیادہ سرمائے والے کو محض سرمائے کی کثرت کے بل پر دوبارہ زائد نفع کا مستحق ٹھہرانا اور عامل کے نفع میں شریک کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

اس طرح تو شرکت کی صورت میں بھی زیادہ سرمایہ لگانے والا یہ کہہ دیگا کہ میں چونکہ سرمائے کی مقدار کے لحاظ سے شریک غالب ہوں، اس لیے متناسب نفع سے زائد اور اس کے علاوہ مجھے دوسرے شریک کے نفع میں سے حصہ ملنا چاہیے۔ بالکل اسی طرح نقصان کی صورت میں قلیل سرمایے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر میں تنہا کاروبار کرتا اور سرمایہ زیادہ نہ ہوتا تو نقصان بھی زیادہ نہ ہوتا، اس لیے مجھ پر خسارے کی ذمہ داری تناسب سے کم تر اور وافر سرمایے والے پر تناسب سے بیشتر ہونی چاہیے۔ غرض یہ کہ اس نرالے اور عجیب و غریب اصول سے ایسے نتائج برآمد ہوں گے جو بالکل غیر معقول اور مضحکہ خیز ہوں گے۔